سرکردہ مجاہد آزادی حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمن عثمانی رح

مولانا غفران احمد
ایم۔اے

۱۵ اگست ۱۹۹۵ء کو یوم آزادی کے موقعہ پر مرکزی حکومت میں محکمہ اطلاعات ونشریات کے شعبہ پریس انفارمیشن بیورو نے مرحوم حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمان عثمانیؒ کی یاد میں ایک خصوصی مضمون جاری کیا۔ برہان میں یہ مضمون دیا جا رہا ہے ——— ایڈیٹر

ہندوستان میں بیسویں صدی کی تاریخ زندگی کے مختلف شعبوں میں جن اہم اور نمایاں واقعات سے بھری پڑی ہے ان میں سب سے نمایاں تحریک آزادی ہے۔ برطانوی سامراج کے خلاف ملک کے تمام طبقوں نے متحد ہو کر جدوجہد کی۔ جان ومال کی قربانیاں دیں۔ ہزاروں مجاہدین حریت سالہا سال قید وبند کی زندگی سے گزرے۔ 1947 میں ہندوستان کی آزادی اسی جہاد حریت کا ثمرہ ہے۔

تحریک آزادی ہماری قومی زندگی کا ایک روشن باب ہے۔ اور دیوبندی مکتب فکر سے وابستہ علماء کی اس میں سرگرم شرکت ایک تاریخی حقیقت ہے۔

ہندوستان کی پہلی جنگ آزادی 1857ء میں جسے انگریزوں نے غدر کا نام دیا، علماء کی جماعت نے خاص کردار انجام دیا۔ علماء کی یہ جماعت اپنے طرز فکر کی بنا پر ولی اللہی جماعت کہلاتی تھی۔ دلی کے علاوہ ان کی سرگرمیوں کے مراکز میرٹھ، مظفر نگر اور سہارن پور اضلاع تھے۔ شاملی اور تھانہ بھون کے محاذوں پر 1857ء میں ناکامی کے بعد علماء کی اس جماعت نے شکست تسلیم نہیں کی اور تھوڑے سے وقفہ کے بعد خود کو از سر نو منظم کر لیا۔ لیکن اب راستہ بدل دیا تھا۔ مسلح جدوجہد کا دور ختم ہو گیا تھا اور حصول آزادی کے لیے دوسرے طریقے اپنائے جانے لگے تھے۔ تحریک آزادی کا ایک مرکز قصبہ دیوبند تھا، جہاں اسلامی یونیورسٹی دارالعلوم کی داغ بیل ڈالی گئی۔ اس کے بانیوں اور اساتذہ کی اکثریت تحریک آزادی سے وابستہ رہی۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن اسیر مالٹا اس تحریک کے روح رواں تھے۔

مولانا مفتی عتیق الرحمن عثمانی اسی تاریخی قصبہ کے ایک علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے جد امجد مولانا فضل الرحمان دارالعلوم کے چار بانیوں میں سے ایک تھے۔ والد گرامی دارالعلوم میں منصب افتاء پر فائز تھے۔ علماء اور مشائخ کی صف میں ان کا ایک ممتاز مقام تھا۔

مفتی عتیق الرحمان کی ولادت 1901ء میں ہوئی۔ بچپن [illegible] پاک صاف ماحول میں گذرا۔ ان کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دی گئی۔ ایک ہونہار اور ذہین طالب علم کی حیثیت سے مفتی صاحب نے دینی علوم میں جلدی کمال حاصل کر لیا۔ سب سے پہلے آپ نے قرآن پاک حفظ کیا۔ پھر دارالعلوم کے درجہ فارسی میں پانچ برس تک ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد عربی درجہ میں داخل ہوئے جہاں ان کی ذہانت کا جوہر اور نکھر کر سامنے آیا۔ وہ ہر درجہ میں اعلیٰ نمبروں سے کامیاب ہوتے چلے گئے اور دورہ حدیث میں، جو کہ تکمیل علوم کا آخری سال تھا، اول پوزیشن حاصل کی۔ اس زمانہ میں جلیل القدر محدث علامہ انور شاہ کشمیری شیخ الحدیث تھے۔ مفتی عتیق الرحمان عثمانی کا شمار ان کے ذہین اور ممتاز شاگردوں میں ہوتا ہے۔

تکمیل علوم کے بعد ان کو دارالعلوم ہی میں معلم اور مفتی کی خدمت سپرد کی گئی۔ مفتی اور مدرس کی حیثیت سے جلدی دارالعلوم میں ان کو شہرت حاصل ہو گئی۔ لیکن دیوبند کی محدود سرزمین کی بجائے انھوں نے اپنی سرگرمیوں کے لیے دوسرے مقامات کو اپنی جولانگاہ بنایا، جیسا کہ آنے والے برسوں کے واقعات سے پتہ چلتا ہے۔ دارالعلوم میں اساتذہ میں اختلافات ہوئے تو وہ اپنے استاد علامہ انور شاہ کے ہمراہ گجرات کے مقام ڈابھیل منتقل

ہو گیا، جہاں عربی مدرسہ میں انھیں معلمی اور افتاء کی خدمات سپرد کی گئیں۔ ان کے ساتھ مجاہد آزادی مولانا حفظ الرحمان بھی اسی مدرسہ میں تھے۔

طالب علمی کے دور ہی سے مفتی عتیق الرحمان تحریک آزادی سے وابستہ ہو گئے تھے۔ اس زمانہ میں انھوں نے ایک دیواری اخبار نکالا، جس میں ولولہ انگیز مضامین ہوتے تھے۔ قوم پرستانہ طرز فکر، جو انھوں نے دور شباب میں اپنایا تھا ان کی ساری زندگی پر حاوی رہا۔ اسی بنا پر تمام قوم پرور تحریکوں سے ان کا تعلق رہا۔ قوم پرست تنظیم جمعیت علماء ہند کے صف اول کے رہنماؤں میں ان کا شمار ہوتا تھا، طویل مدت تک وہ اس کے ورکنگ صدر رہے۔ کانگریس سے ان کی وابستگی اسی دور میں شروع ہوئی، جب وہ دیوبند سے نکلنے کے بعد قومی میدان میں آئے۔ مفتی عتیق الرحمان نے دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ اور ندوۃ العلماء لکھنؤ کی مجلس کے رکن تھے۔ وہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کورٹ کے ممبر تھے۔ ان تعلیمی اور علمی اداروں سے ان کا تعلق تھا۔ خود انھوں نے اپنے چند دوستوں کے ساتھ ادارہ ندوۃ المصنفین کی بنیاد رکھی۔ اس ادارے نے علوم اسلامی اور مشرقی علوم پر جو تصانیف شائع کیں وہ ریسرچ اور معیار کے لحاظ سے انہیں یوروپ کے کسی بھی معیاری ادارہ کی تصنیفات کے مقابلے میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ اسی ادارہ سے ماہنامہ برہان جاری کیا۔ اس نے جلد ہی ملک اور بیرون ملک کے علمی حلقوں میں اپنا ایک خاص مقام بنا لیا۔

ڈابھیل (گجرات) کے اسلامی مدرسہ کے زمانہ ملازمت میں مفتی عتیق الرحمان عثمانی کو ایک خاص واقعہ سے گزرنا پڑا، جس سے قوم پرستی کی تحریک میں ان کے خیالات کا پتہ چلتا ہے۔ بطور مفتی وہ اسلام کے ترجمان کہلائے جا سکتے ہیں۔ 1930 کی سول نافرمانی کی تحریک کے سلسلے میں مہاتما گاندھی نے ڈانڈی مارچ کا اعلان کیا۔ ڈانڈی مقام سے گاندھی جی ستیا گرہیوں کے ہمراہ جب دھراسیا گاؤں پہونچے تو مفتی عتیق الرحمان عثمانی، مولانا حفظ الرحمن اور دیگر علماء ڈابھیل سے وہاں گئے تا کہ گاندھی جی سے ملاقات کر سکیں۔ اس ملاقات کی تفصیل خود مفتی مرحوم نے اپنے ایک مضمون میں بیان کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

"ہم گاندھی جی کے پاس پہونچے تو وہ ہمیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور خندہ پیشانی سے انھوں نے کہا: آؤ مولانا! پھر ہم سے بیٹھنے کو کہنے سے بھی پہلے انھوں نے پوچھا کہ مولانا میں نے سنا ہے کہ "آنحضرت رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ پانی، گھاس اور نمک پر کوئی ڈیوٹی نہیں۔" میں نے اس کی تصدیق کی تو وہ اور خوش ہوئے اور دیر تک کرید کرید کر تفصیل پوچھتے رہے۔ میں نے تفصیلات بیان کیں تو انھوں نے کہا کہ بڑی مہربانی ہوگی اگر آپ انہیں لکھ کر بھیج دیں۔ ہم وہاں دن بھر رہے اور واپس آنے کے بعد میں نے لکھ کر بھیج دیا۔"

"ڈانڈی مارچ کے ذریعہ نمک کا قانون توڑ کر گاندھی جی نے تحریک آزادی کو جو ایک نیا موڑ دیا تھا اس میں علماء کرام کا نمایاں حصہ رہا۔ 1920ء ہی میں پانچ سو علماء ترک موالات و عدم تعاون کا فتویٰ دے چکے تھے۔ برطانوی حکومت سے کسی طرح کے تعاون کو مذہبی لحاظ سے ممنوع قرار دیا گیا تھا۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی مفتی عتیق الرحمان کا ایک فتویٰ بھی ہے۔ یہ ان کی سیاسی اور قومی زندگی کا ایک اہم واقعہ ہے جب سردار ولبھ بھائی پٹیل نے باردولی کی تحریک چلائی۔ اس تحریک کو کچلنے کے لئے تشدد، قید و بند اور جائیدادوں کی ضبطی کا سہارا لیا گیا تو لوگوں میں خوف و ہراس پھیلا۔ جائیدادوں کی ضبطی اور نیلامی کے سلسلہ میں ایک گاؤں کے مکھیا نے جب ان سے فتویٰ پوچھا کہ عدم ادائیگی ٹیکس کی وجہ سے نیلام پر چڑھی ہوئی جائیدادوں کو خریدنا شرعی نقطہ نظر سے کیسا ہے تو مفتی صاحب نے فتویٰ دیا:۔

"ضبط شدہ جائیدادوں کا خریدنا ظلم و عداوت و زیادتی کی کھلی حمایت ہے جس سے

جائیدادوں کو خریدنا اور اس کی بولی بولنا حرام ہے۔"

فتوے کے نتیجہ میں گجرات میں ہلچل مچ گئی۔ مسلم لیگ گجرات نے فتوی لاکھوں کی تعداد میں چھاپ کر تقسیم کر دیا۔ اس پریس کو ضبط کر لیا گیا۔ پولیس کی پوچھ تاچھ شروع ہوئی۔ وارنٹ بھی نکل گئے۔ لیکن اسی دوران میں گاندھی ارون پیکٹ ہو گیا۔ جہاں سے ستیا گرہیوں کی رہائی شروع ہو گئی اور یہاں مفتی عتیق الرحمان گرفتار ہوتے ہوتے رہ گئے۔

گجرات کے بعد مفتی عتیق الرحمان کچھ مدت کے لئے کلکتہ میں رہے۔ درس و تدریس کا سلسلہ تھا لیکن یہاں بھی اپنے قوم پرستانہ خیالات کے باعث حکومت کی نظروں سے نہ بچ سکے۔ کلکتہ میں مولانا ابو الکلام آزاد کے ساتھ انکی طویل ملاقاتیں رہتی تھیں۔ اس کے بعد مفتی عتیق الرحمان دلی چلے آئے اور یہاں 1938ء میں مولانا حفظ الرحمان اور دوسرے رفقاء کے صلاح مشورہ سے ادارہ ندوۃ المصنفین قائم کیا۔ 1947ء کے پر آشوب دور میں یہ ادارہ جو قرول باغ میں تھا تباہ کر دیا گیا۔ لیکن کچھ ہی مدت بعد علاقہ جامع مسجد میں ایک عمارت میں اس کا دوبارہ آغاز ہوا۔ مفتی صاحب نے اس ادارہ کو معیاری بنانے میں جو کاوش کی وہ ان ہی کا حصہ تھی۔

1964ء میں بزرگ کانگریسی لیڈر ڈاکٹر سید محمود نے مسلم مجلس مشاورت قائم کی تو مفتی عتیق الرحمان صاحب سے پورا پورا تعاون اس میں لیا۔ یہ ایک غیر سیاسی تنظیم تھی جو ڈاکٹر سید محمود نے انتہا پسند سیاسی خیالات میں توازن لانے اور امن و امان کا ماحول پیدا کرنے کے لئے بنائی تھی۔ اس تنظیم کے رہنماؤں نے فضا کو بہتر بنانے کے لئے ملک بھر میں دورے کئے جس کے خوشگوار نتائج سامنے آئے۔

مفتی عتیق الرحمان عثمانی کے قوم پرورانہ خیالات پر ان ہی کے ایک ساتھی مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے ان الفاظ سے روشنی ڈالی ہے :-

"نیشنلزم یعنی قوم پروری اور استخلاص وطن کی تڑپ جیسے مفتی صاحب کی گھٹی میں پڑی تھی۔ اس معاملہ میں جتنا سنجیدہ فکر اور پختہ خیال میں نے مفتی صاحب کو پایا ان کے معاصرین میں کسی کو نہیں پایا۔ ان کی طالب علمی کے زمانہ میں طلباء کا ایک قلمی اخبار بھی نکلتا تھا۔ اس اخبار کی ایک اشاعت میں مفتی صاحب کا ایک طویل مضمون نہایت مدلل بصیرت افروز پر زور اور شگفتہ و [illegible] زبان میں تھا۔ انہوں نے اس مضمون میں جو کچھ لکھا تھا اس کے کسی پہلو [illegible] خود تھے۔ مفتی صاحب اس زمانہ میں بھی کھدر پہنتے تھے۔"

کیا تقریر اور کیا تحریر۔ دونوں میں مفتی عتیق الرحمان عثمانی کو ایک خاص ملکہ حاصل تھا۔ افسوس کہ گردش زمانہ نے انھیں تصنیف و تالیف کا زیادہ موقع نہیں دیا لیکن انہوں نے جو تحریریں یادگار چھوڑی ہیں ان سے ان کے علمی مقام کا اندازہ ہوتا ہے۔ اپنی زندگی میں مفتی عتیق الرحمان عثمانی نے کئی بین الاقوامی کانفرنسوں میں ہندستانی علماء کی نمائندگی کی۔ سوویت یونین، سعودی عرب، عراق اور پاکستان میں منعقدہ کانفرنسوں میں شرکت کے علاوہ مفتی صاحب نے حکومت ہند کے نمائندے کی حیثیت سے جکارتہ کی افرو ایشیائی اسلامی کانفرنس میں بھی حصہ لیا تھا۔

مفتی عتیق الرحمان کا انتقال 12 مئی 1984 کو دلی میں ہوا۔ وہ تحریک آزادی کے اہم ستون تھے۔ ان کی موت سے یہ ستون گر گیا۔ مفتی عتیق الرحمان عثمانی نے متحدہ قومیت سے متعلق اپنے طرز فکر اور سیکولر نظریات کسی سے سمجھوتہ نہیں کیا۔ مولانا ابو الکلام آزاد، رفیع احمد قدوائی اور قوم پرور علماء نے مذہب کی بناء پر ملک کی تقسیم کی مخالفت کی تھی۔ علماء کی اس صف میں مفتی عتیق الرحمان ممتاز تھے۔ وہ قوم کے لئے ایک مثال قائم کر گئے۔

UF 123 (ن ف 11.8-95)